ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

SARAIKI POETRY: MODERN INTELLECTUAL AND ARTISTIC TRENDS

ذی وقار نجیب*
عارفہ ممتاز**
خرم شہزاد***

Contemporary Saraiki poetry possesses freshness in language and style, intellectual diversity, and thematic breadth. Modern poetry highlights important issues such as global human consciousness, environmental awareness, and the survival of the Earth, while new dimensions of poetic form and the modern use of symbols and metaphors have created new possibilities for expression. Inner experiences, psychological complexities, feminine consciousness, migration, uprootedness, and a sense of deprivation have become part of the modern poet's experiences. Alongside this, social awareness, the question of identity, and connection to the land link Saraiki poetry to the realities of the contemporary era. Thus, modern Saraiki poetry emerges not only as a reflection of the individual's inner world but also as an effective expression of collective consciousness.

Key Words:
Saraiki Poetry, global human consciousness, feminine consciousness, environmental awareness, symbols, metaphors, migration, sense of deprivation, social awareness.

سرائیکی شاعری: جدید فکری وفنی میلانات

سرائیکی ادب خصوصاً شاعری نے گزشتہ چند دہائیوں میں نہایت نمایاں ترقی کی ہے۔ جدید دور کے سیاسی، سماجی، معاشی اور لسانی تغیرات نے سرائیکی شاعری کو نئی جہتیں عطا کی ہیں۔ روایت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ جدید فکر، نئے اسلوب، علامتوں اور ہیئت کے تجربات نے سرائیکی شاعری کو ایک تازہ فکری وفنی آہنگ بخشا ہے۔ جدید سرائیکی شاعر اپنے ماحول کی پیچیدگیوں، محرومیوں، شناخت کے بحران، اور ثقافتی شعور کو نہایت گہری معنویت کے ساتھ شعری قالب میں ڈھالتے ہیں۔ جدید شاعری روایتی موضوعات سے مختلف ہے پھر اسے بیان کرنے کا انداز اور زبان معاصر ادب سے ممتاز کرتی ہے خیالات کا تسلسل، نئے موضوعات، ہئیتیں داخلیت کا عنصر نمایاں کرتی ہیں۔ آج سرائیکی میں آزاد نظم، نثری نظم، غزل، ہائیکو اور سرائیکو جیسی جدید اصناف میں نہ صرف لکھا جارہا بلکہ ان کے الگ الگ مجموعے بھی چھپ کر سامنے آچکے ہیں جو جدید فکر اور میلانات سے مزین ہیں۔

سرائیکی وسیب کی تہذیب، مٹی، روایت، رسم ورواج اور تاریخی شعور جدید سرائیکی شاعری میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ شاعر اپنے خطے کی شناخت کو نہ صرف یاد رکھتا ہے بلکہ اسے فخر کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ یہ رجحان بنیادی طور پر لسانی وثقافتی خود شعوری کا عکاس ہے۔ محبتِ وسیب، محرومیوں کا شعور، مقامی جمالیات اور تہذیبی افتخار اس رجحان کا حصہ ہیں۔ ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر جدید دور کے نمائندہ شاعر ہیں جن کی شاعری دھرتی، تہذیب اور ثقافت سے جُڑی ہے۔ ناصر اپنے وسیبی تہذیبی سرمائے کی بے قدری پر نوحہ کناں ہیں۔ اپنی شاعری میں ان تہذیبی مراکز کو بیان کرتے اور اُن کا احوال اپنی آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اپنی ایک نظم "دھرتی جایا" میں اوچ شریف جیسے قدیم شہر میں واقع "بی بی جندوڈی" کے روضے کی حالت زار بیان کرتے ہوئی لکھتے ہیں:

"دھرتی جایا"
میں ہک لفظ نی کُسکیا آڄ
تئیں
اوچ شہر دے مقبرے سارے

*لیکچرار، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
**ایم فل اسکالر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور
***پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

بی بی جند وڈی دا روضہ
سِلھ سِلھ تھی تے ڈھاندے
ویندن
پتڻ منارا جینکوں صدیاں
نِو نِو سلامیاں ڈیون
کِردا ویندے
میکوں فِکر ءِ میڈے ہالیں
میں توں میڈا شجرہ پُچھیا
تاں میں کیا اکھیساں۔۔۔! (ا)

جدید سرائیکی شاعر سماج کے مسائل، ناانصافی، طبقاتی تقسیم، غربت، استحصال، بے روزگاری، حقوق کی جدوجہد اور بے حسی کو موضوع بناتا ہے۔ یہ رجحان ترقی پسند فکر کی جدید شکل ہے۔ شاعر مظلوم طبقات کی آواز بنتا ہے اور وسیب کی اجتماعی صورتحال پر تنقیدی نگاہ ڈالتا ہے۔ جدید شاعر اپنے وسیب اور دھرتی پر ہونے والی طبقاتی کشمکش سے شدید متاثر ہے۔ اپنے ملک میں پھیلی بے امنی اور ہجرتوں کے خوف میں مبتلا عام آدمی کے احساسات کی ترجمانی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جاوید آصف اس حوالے سے لکھتے ہیں:

اج اتی دور ہے نندر نیناں کنوں
جیویں ہک ہے توں اج کل اساں دور
ہاؤں
یا جیویں جانیاں دیس ساڈے وچوں
اج امن دور ہے، چین مفرور ہے
ہر جتّا خوف ، دہشت دی کوٹھی
اندر
جیویں محصور ہے، درد توں چُور
ہے
اج اتی دور ہے نندر نیناں کنوں (۲)

سرائیکی خطہ معاشی طور پر پسماندہ ہونے کے سبب بڑے پیمانے پر ہجرت کا شکار ہے۔ یہ ہجرت صرف جغرافیائی نہیں بلکہ نفسیاتی اور تہذیبی ہجرت بھی ہے۔ شاعر اس بیگانگی اور درد کو علامتی وجذباتی انداز میں بیان کرتا ہے۔ اس رجحان میں یاد، جدائی، عدم تحفظ اور شناخت کے بحران کی جھلک نمایاں ہے۔ یہ ہجرتیں اُن تمام عوامل کے نتائج کی صورت میں سامنے آئی ہیں جن سے گزرتا متوسط طبقہ دن رات روزی روٹی پوری کرنے کی کوشش میں جُتا دکھائی دیتا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ بھی اِن ہجرتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ جہاں اُس کی تعلیم اور ہنر اپنے دیس کی ترقی میں کردار ادا کرتا، وہاں پردیس میں اپنوں سے دوری کے درد سہتا انسان بے بسی کی تصویر بنا دکھائی دیتا ہے۔ جہاں نہ عید برات کا پتا نہ دُکھ سُکھ کا۔ اپنا گھر بار چھوڑ کر، اپنے بچوں کو اپنے لمس سے محروم رکھنا چند پیسوں کے لیے آسان نہیں ہوتا۔ اس کرب کا اندازہ صرف وہی لگا سکتا ہے جو طبقاتی کشمکش اور محرومیوں کی وجہ سے اپنے گھر کے لیے طبعی سہولتیں میسر نہیں کر سکتا، ہر چھوٹی چھوٹی ضرورت کے لیے اپنے بچوں کو اِدھر اُدھر تکتا ہوا نہیں دیکھ سکتا، بالآخر بہتر مستقبل کی نوید اسے دور پردیس کا سفر کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ہجرت ایک ایسا موضوع ہے جو نہ صرف ہمارے ملک کی ترقی میں رکاوٹ ہے بلکہ معاشرے میں بے بسی، ناامیدی کو بھی پروان چڑھاتا ہے حفیظ طاہر کی شاعری سے اس موضوع کے حوالے سے نمونہ کلام ملاحظہ کریں:

پردیس اچ گھر جیرھے یاد آندےہر شخص
بِتاٹا لگدے
جیرھے مونجھ ملال ہے کستیندی خوشحال
نماٹا لگدے
توڑے خاص الخاص بہار ہووے دِل خاص کُماٹا
لگدے
پردیس طاہر پردیس ہوندےاِتھ محل وی (۳)
بھاٹا لگدے

جدید سرائیکی شاعری میں عورت کی ذات، حقوق، محرومی، جسمانی وذہنی استحصال، گھریلو جبر، اور اپنی شناخت کی جستجو پر خاص توجہ دی جارہی ہے۔ خواتین کو درپیش مسائل کو الفاظ کا جامہ پہنا کر معاشرے کے سدھار کی کوشش کی جاتی ہے۔ روزمرہ زندگی بے شمار ایسے حالات و وقعات سے بھری پڑی ہے جن سے صنفِ نازک گزرتی ہے۔ اِن پر کُڑھتی، درد سہتی، گھر کی چکی چلاتی یہ عورت اپنی پہچان تک بھول جاتی ہے۔ سرائیکی شعراءاس موضوع پر لکھ کر اپنے حصے کی شمع جلاتے جارہے ہیں۔ ایک عورت جس کا بھوکا بچہ ہے، کسی گھر میں کام کرتی ایک نوالہ جسے اپنے لختِ جگر کے پیٹ میں اتار سکے کے لیے انتظار کرتی، خود کس کرب میں مبتلا ہوگی۔ ماں کی آغوش کے لیے مچلتا بچہ کن کن مشکلات کا شکار ہوگا۔ حسن رضا گردیزی اس طرح کے ایک واقعے کو شعری زبان میں بیان کرتے ہیں تو جیسے کلیجہ حلق کو آتا ہے۔ شاعر اس نظم میں عورت کے دو کردار واضح کرتا دکھائی دیتا ہے۔ نظم کا ایک حصہ ملاحظہ کریں:

چھوہرا، تیکوں شرم نی آندی، اِن ڈُھلکاندی اُن
پُسلاندی
شام نہ تھیوی جھاڑو ڈیندیں، ہال کھڑیندیں، لاڈ
کریندیں
روز دا مرنا نائیں بھُگیندا، تیڑے کولوں کم نی تھیندا
رکھ گھنسوں کہیں ہے نوکر کوں چھوڑ ڈے نوکری
بھچ ونج گھر کوں
"بی بی میڈا کئی گھر کے نی" خیر اتھاں وی لنگر کے
نی
روٹی کھانویں، کپڑے پانویں، کم دے ویلے ہال
کھڈانویں
ایں منزل تے مامتا ہارے، ماء بچڑے کوں چاٹاں مارے
جیرھے ویلے مار کھڑووے، ماء وی رووے ہال وی (٤)
رووے

جدید سرائیکی شاعر براہِ راست بیان کے بجائے علامتی اور مجرد انداز اختیار کر رہا ہے۔ علامت ایک ایسی ان دیکھی حقیقت ہوتی ہے جو نظر آنے والی حقیقتوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان حقیقتوں کے پیچھے بے شمار سوالات ہوتے ہیں جو ذہن میں گردش کرتے اپنا جواب چاہتے ہیں۔ ایک تخلیق کار کو حقیقتوں کے اظہار کا نیا راستہ دکھاتے ہیں۔ ادب اور محسوسات کی یہ اشتراکیت دراصل اُن تجربات کا نچوڑ ہوتی ہے جو انسان کے مشاہدات کو نئی راہوں پر گامزن کرتی ہیں۔ سرائیکی شاعری میں ”چن، دھرتی، نین، لانگ، دریا، گھاٹ“ جیسے الفاظ علامتی جہتیں اختیار کر چکے ہیں۔ یہ رجحان شاعری میں تصویر گری، تہ داری، اور کثیر المعنویت پیدا کرتے ہے۔ اس حوالے سے سلیم شہزاد کی ایک نظم پڑھیں:

ڈکھ تاں اپڑے گھر دے ہوندن

ڈکھ تاں اپڑے گھر دے ہوندن
ایہہ وی شودے پکھی واساں وانگوں
جاہ جاہ رُلدن
سُکھ دی ہک وی پھینگ جو ڈھاوے
گھر ڈو ولدن
گھر دے در جے بند کروں تاں
ایہہ شودے
بکُھے بھاڑے در دے باہروں بہون
تسے راہون
ڈکھ تاں اپڑے گھر دے ہوندن
ایہہ وی ساڑے گھر دے داڑےبہہ بہہ
کھاون
ایہہ وی ساڑا ماس ونڈاون

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ایہو ساکوں راس وی آنون
ڈُکھ تاں اپݨے گھر دے ہوندن (۵)

جدید علوم میں تخلیق کار کی ذات کو تخلیق کے تناظر میں پرکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ انسانی عادات واطوار رویوں کو جنم دیتے ہیں اور انھیں رویوں کا سمجھنے کا مطالعہ سائنسی سطح پر نفسیاتی مطالعے کے زمرے میں آتا ہے۔ سرائیکی جدید شاعری میں شاعر اپنی ذات کے اندر جھانکتا ہے، اپنے معاشرے میں نظر آنے رویوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اِن رویوں کو ایک تخلیق کار خوف، بے یقینی، محبت، تنہائی، شکست، امید، خواب اور احساسِ کمتری جیسے موضوعات کی شکل دیتا ہے۔ یہ رجحان سرائیکی شاعری کو ایک نرم، حساس اور جدید نفسیاتی آہنگ عطا کرتا ہے۔ جاوید حمید جگر اسی مشاہدے کو جب شعری آہن دیتے ہیں تو ایک اجتماعی شعور کی شکل واضح ہونا شروع ہوتی ہے۔ ایک بند ملاحظہ کریں:

مُل جو لگدے نہ
ہݨ
آہ دی ہُوک دے
ساہ وچیندے
ریہوں
پھوکڑیں پھُوک (٦)
تے

جدید شاعری میں ہئیت کے تجربات سرائیکی شاعری کو ایک منفرد منظر نامہ عطا کرتے ہیں۔ روایتی بیت اور کافی کے ساتھ ساتھ اب سرائیکی شاعری میں آزاد نظم اور نثری نظم کا رجحان بہت مضبوط ہو رہا ہے۔ جدید شاعری میں صرف زبان و بیان ہی نہیں بلکہ اوزان و ترتیب کو بھی نئی شکلیں ملی ہیں۔ الفاظ اور اُن کی معنویت کی اثر انگیزی بھی جدید شاعری میں اہم حیثیت کی حامل ہے۔ نظم کی نئی اقسام کے ساتھ ساتھ سرائیکی شاعری نے اپنی جدید اصناف بھی ترتیب دی ہیں، جن میں سے ایک "سرائیکو" کہلاتی ہے۔ یہ سرائیکی وسیب میں تخلیقیت کا مظہر ہے۔ اس تبدیلی نے اظہار کو زیادہ لچک، فکری وسعت اور علامتی گہرائی عطا کی ہے۔ جس کے ذریعے سماجی اور فکری مباحث کو زیادہ مربوط انداز میں بیان کیا جانے لگا ہے۔ جدید شعراء اس صنف کو اپنے شعری اظہار کا ذریعہ بناتے ہیں۔ سرائیکو کا ایک نمونہ حسبِ ذیل ہے:

چُپ راتیں دے گُنگے منظر، گُنگ تاریں دی چھاں
وِسمی شام دیاں تریڈھیاں اکھیں، تریڈھے دل
دے گُندر
ساڈی اکھ نہ مُندر (۷)

کسی بھی معاشرے کی ترقی کے لیے صاف ستھری آب و ہوا، پانی، بہترین اور زرخیز زمینیوں کے ساتھ ساتھ منظم ماحولیاتی نظام بقاء کے اہم عناصر ہیں۔ ان عناصی کی عدم موجودگی صحت مند معاشرہ ترتیب نہیں دے سکتی، اگر معاشرہ صحت مند نہیں ہوگا تو جہاں سماجی اور معاشرتی سرگرمیاں متاثر ہونے کا خدشہ ہوتا وہیں تعلیم و شعور کی کمی بھی جنم لیتی ہے۔ سرائیکی وسیب کے دریا، جنگلات، زراعت، قحط اور موسمیاتی تبدیلیوں کا سب سے زیادہ اثر ایک تخلیق کار پر پڑا ہے۔ ماحولیاتی عدم توازن اور دریاؤں کی زبوں حالی کو جدید شاعری میں تشویش کے ساتھ موضوع بنایا جاتا ہے۔ یہ رجحان عالمی سطح پر اُبھرنے والی Eco-Criticism کا سرائیکی رنگ ہے۔ عامر فہیم کی شاعری سے اس موضوع کے حوالے سے نمونہ کلام دیکھیں:

جنگل آنت مکان بݨایا، بن کراں دروازے
رات اندھاری سِر تے آئی کیکوں ہکلاں
ماراں
کانے کانے لُکدے سیہڑ اکھوں نیر وہاون
جالیں چا چا بھجن شکاری منہ وچ پا
پُچکاراں
چنڈکاں چنڈکاں ٹُردی جنج اے چُلھوں لتھے
توے
ہال ہلوڑے آکھ جھمکاوݨ، ڈیکھݨ جھُم
قطاراں (۸)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

انسان ہونے کے ناطے ہمارے آس پاس ہونے والے واقعات کا گہرہ مشاہدہ انسان کو خوشی اور دُکھ دونوں کیفیات میں مبتلا کر سکتا ہے۔اور یہی مشاہدہ ہی انسانی شعور کہلاتا ہے۔ ترقی حاصل کرنے کا پہلا زینہ یہی شعور ہوتا ہے۔انسان جتنا ترقی کرتا جارہا ہے اتنا ہی ایک دوسرے سے دوری اختیار کرتا جارہا ہے۔ جس کا نتیجہ بے حسی، منافرت اور سماجی ناانصافی کی صورت میں روزانہ کی بنیادوں پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ایسے ماحول میں ہم آہنگی اور یکجہتی کا اظہار انتہائی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔جدید سرائیکی شاعری مقامی سرحدوں سے باہر نکل کر انسانیت کی مشترکہ تکالیف کو بیان کرتی ہے۔ جس سے جنگ، امن، انسانی حقوق، محبت، نفرت اور سماجی انصاف کے مسائل کو عالمی تناظر میں پیش کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ موضوع جہاں سرائیکی وسیب میں امن اور بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے وہاں سرائیکی شاعری کو عالمی ادب سے جوڑنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔اس تناظر میں احمد خان طارق کا کلام ملاحظہ فرمائیں:

اساں کلھیاں پڑھ پڑھ انج رہ ڳئے چُل کہیں دے کول
نماز پڑھوں
ہتھ بدھ بھانویں ہتھ کھول پڑھوں اے پھول نہ پھول
نماز پڑھوں
ہتھ تسبیح مسجد رقص کروں پا ڳل وچ دول نماز
پڑھوں
جِتھاں طارق دڑکے نہ ہووناوہا مسجد ڳول نماز (۹)
پڑھوں

کسی احساس، تجربے یا خیال کے اظہار کے لیے ہر تخلیق کار اپنا انداز اختیار کرتا ہے۔شاعر نئی ترکیبیں، نئے الفاظ، جدید تشبیہات، اور آزاد اسلوب اختیار کرتے ہیں۔لسانی تراکیب میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ سادگی، مکالماتی انداز اور نثری جمالیات بھی نظر آتی ہے۔ یہ رجحان زبان کو نہ صرف زندہ، رواں اور نئے دور سے ہم آہنگ بناتا ہے بلکہ خیالات اور موضوعات میں وسعت کا سبب بنتا ہے۔ سرائیکی شاعری میں جدید شعراء اپنی سادگی، اظہارِ بیان اور لسانی تجربات کی بدولت سرائیکی زبان کی جھولی میں وسعت پیدا کر رہے ہیں۔یہ جدید بیانیہ جہاں موضوعات کی رنگارنگی لاتا ہے وہیں شعری تخلیقات کو قابلِ فہم بنانے میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔اس حوالے سے رفعت عباس کی شاعری سے ایک نمونہ دیکھیں:

ایں جڳ دے بَھرے کٹورے وچ
ساڈا عشق گلاب تاں ڈیکھو
میاں
بھانویں رل تے ٹُکر نہ کھاوو
بھانوی نال اساڈے نہ ہاہوو
ساڈے کٹھے خواب تاں ڈیکھو
میاں
بھانویں کٹھے بہہ تے نہ پیوو
بھانویں سونہے ساڈے ناں
تھیوو
ساڈا رنگ شراب تاں ڈیکھو
میاں
کینویں سِجھ ڳلیاں وچ لاہندا
پئے
کینویں در تئیں دریا واہندا پئے
ساڈا دل بے تاب تاں ڈیکھو (۱۰)
میاں

سرائیکی شاعری کے جدید رجحانات اس بات کا ثبوت ہیں کہ سرائیکی ادب صرف روایات کا ہی امین نہیں بلکہ جدید فکری اور عالمی ادبی تحریکوں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل رہا ہے۔ ان رجحانات نے سرائیکی شاعری کو ثقافتی شعور، سیاسی آگہی، لسانی تجربات، اور انسانی درد کی نئی معنویت عطا کی ہے۔ جس کے نتیجے میں سرائیکی شاعری آج ایک بھرپور، باشعور اور عالمی سطح پر معتبر ادبی اظہار بن چکی ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

حوالہ جات:

۱۔ نصر اللہ خان ناصر، اجرک، بہاول پور، سرائیکی ادبی مجلس، ۱۹۹۰ء، ص: ۳۵

۲۔ جاوید آصف، وساندر، ملتان، دستک پبلی کیشنز، طبع دوم، ۲۰۱۷ء، ص: ۱۲۹

۳۔ حفیظ طاہر، طاہر دے ڈوہڑے، چنی گوٹھ، گھوٹیہ سوبھ سنگت، ۲۰۰۳ء، ص: ۷

۴۔ حسن رضا گردیزی، دھابے دھوڑے، ملتان، بزم ثقافت، ۱۹۷۹ء، ص: ۸۱

۵۔ سلیم شہزاد، پیریں ٹرداشہر، ملتان، جھوک پبلشرز، ۲۰۰۷ء، ص: ۶۵

۶۔ جاوید حمید جگر، ساون سوچاں دا، قلمی نسخہ

۷۔ سجاد حیدر پرویز، مختصر تاریخ زبان وادب سرائیکی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۱۶، ص: ۱۸۳

۸۔ ایضاً، ص: ۱۲۵۔۱۲۶

۹۔ احمد خان طارق، عمراں داپورھیا، ملتان، جھوک پبلشرز، طبع دوم، ۲۰۱۷ء، ص: ۳۰۳

۱۰۔ رفعت عباس، عشق اللہ سئیں جاگیا، ملتان، کتاب نگر، ۲۰۰۵ء، ص: ۷